کلامِ اقبال میں اسلامی تاریخی کردار و واقعات کا تذکرہ، بانگِ درا کی خصوصی حوالے کے ساتھ

Islamic Historical Characters and Events in Kalam-I-Iqbal, With Special Reference to 'Bang-I-Dara'

Dr. Najmul Sahar Ilyas
Head of General Education Department, Bahria University Health Sciences Campus Karachi:
najmussahar2010@gmail.com

Ms. Shehroze Faheem
Army Public School and College, Karachi:
shehrozefaheem@gmail.com

Hafiza Maria Hassan Padhiar
Lecturer Govt. Degree Girls College, North Karachi:
mariahassan.2.4@gmail.com

Abstract:

History is one of the sources of human thought. In the Holy Qur'an, Allah Ta'ala has invited people to think and ponder and in various verses, He has encouraged humanity to take guidance and advice from them by describing the life conditions of past nations. Allah Almighty says in Surah Yusuf: "There was certainly in their stories a lesson for those of understanding. Never was the Quran a narration invented, but a confirmation of what was before it and a detailed explanation of all things and guidance and mercy for a people who believe." After the Quran and Sunnah, Islam has emphasized on history that is the reason why we find in the Quran a description of the conditions and events of the nations of other prophets. Through which man knows the conditions of the previous nations and the nations of the Prophets and can get advice and lessons from their events. Allama Iqbal, the poet of the East, was a preacher and preacher of Islam. He propagated the principles and beliefs of Islam through his speech. He also mentions Islamic historical characters and events in his speech. In fact, Iqbal considers the real implementation of Islam to be the cure for

every disease of the Ummah. This is the reason why he narrates Islamic historical events in his speech so that Muslims can learn and advise through it. In the written paper, the Islamic historical characters and events mentioned in Iqbal's Urdu poem "Bang-i-Dara" have been made the subject and research will be done to know the hidden guidance and wisdom in these events and it will be evaluated how these events Through this, the youth of the Nation of Islam can be reformed and efforts can be made to renew faith within them.

Keywords: *Hidden Guidance, Renew Faith, Human Thought, Previous Nations ,Iimplementation of Islam*

علمِ تاریخ انسانوں کے غور و فکر کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور مختلف آیات میں گزشتہ اقوام کے احوال زندگی بیان کر کے انسانیت کو ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٞ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِۗ مَا كَانَ حَدِيثٗا يُفۡتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصۡدِيقَ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ"[1]

"ان کے قصے میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنائی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے"[2]

---

[1] Holy Quran 12:111

القرآن ۱۲:۱۱۱

[2] Translation: Fateh Muhammad Khan Jalandhari

ترجمہ: فتح محمد خان جالندھری

قرآن وسنت کے بعد اسلام نے علمِ تاریخ کی اہمیت بیان کی ہے جیسا کہ ہمیں قرآن میں بکثرت دیگر انبیاء کی قوموں کے حالات وواقعات کا بیان ملتا ہے۔ جن کے ذریعے انسان گزشتہ اقوام اور انبیاء کی امتوں کے حالات جانتا ہے اور اُن کے واقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال اسلام کے داعی اور مبلغ تھے انہوں نے اپنے کلام کے ذریعے اسلام کے اصول وعقائد کا پرچار کیا۔ وہ اپنے کلام میں اسلامی تاریخی کردار وواقعات بھی ذکر کرتے ہیں۔ درحقیقت اقبال اسلام کے حقیقی نفاذ کو ہی اُمت کے ہر مرض کی دوا سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کلام میں اسلامی تاریخی واقعات بیان کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔

زیرِ تحریر مقالے میں اقبال کے اُردو کلام "بانگِ درا" میں مذکور اسلامی تاریخی کردار وواقعات کو موضوع بنایا گیا ہے اور ان واقعات میں پوشیدہ ہدایت اور حکمت کو جاننے کی تحقیق کی جائے گی اور یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کس طرح ان واقعات کے ذریعے نوجوانانِ ملتِ اسلامیہ کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور اُن کے اندر تجدید ایمان کی جاسکتی ہے۔

شخصیتِ اقبال کا کلامِ اقبال پر اثر:

اقبال کے کلام میں آفاقیت بھی ہے اور ہمہ گیریت بھی۔ ان کا انداز سب سے جداگانہ اور منفرد ہے جس کی وجہ اُن کی شخصیت کی ہمہ گیری ہے۔ ان کا علمی سرمایہ بہت وسیع ہے اس میں ان کے استاد مولوی میر حسن کا بھی ہاتھ شامل ہے، جس کا برملا اعتراف انہوں نے تاجِ برطانیہ سے اپنے استاد کو شمس العلماء کا خطاب دلوانے کی صورت میں کیا۔ دوسری جانب مولانا رومی کے فلسفہ دین اور روحانیت کا کچھ اثر ان کے مزاج میں آیا جس سے ان کی وسعت النظری کو تقویت پہنچی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک جگہ فرمایا:

"میرا مشاہدہ ہے کہ ایسا نوجوان یا بچہ جس کی تربیت بچپن میں دینی خطوط پر ہوئی ہو، وہ جب مخالف ماحول میں پہنچتا ہے تو اُس کے اندر کی چنگاری شعلہ بن کر سامنے آتی ہے۔ دو چیزیں ہوتی ہیں، یا تو وہاں کی تہذیب میں رنگ جاتا ہے یا وہ جو بچ جاتا ہے۔ وہ جس کے اندر تھوڑی بہت حمیت باقی ہوتی ہے تو وہ پھر ایکٹوسٹ بن جاتا ہے اور دین کے لئے کام کرتا ہے۔ اقبال بھی اسی قسم میں سے تھے جس نے مبلغ کا کام کیا"۔[3]

[3] Dr.Israr Ahmed, "Allama Aur Hum", Maktaba markazi anjuman Khuddam al Quran Lahore 1995, Page 30-31

"بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔"

انہوں نے اُمید و فکر و فلسفے کے ساتھ حکیمانہ نقطہ' نظر بھی بیان کیا۔ ماضی کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا اور تاریکیوں کے سمندر سے اُمید کی کرنوں کے موتی اُٹھالائے۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر اُن کی شاعری میں مایوسی یا بیزاری نہیں بلکہ اُمید اور ہمت کا رنگ نُمایاں ہے جس سے نوجوانانِ برصغیر میں سیاسی شعور پیدا ہوا۔

"اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن"

"قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں"

"کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلمانوں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز"

اقبال اس عہد میں یہ نقشہ کھینچ رہے ہیں جب دنیا نو آبادیاتی نظام کا شکار تھی، خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، عالمِ اسلام زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور مسلمان مایوس اور افراتفری کا شکار تھے۔ علامہ اقبال نے انہیں موجودہ حالات کا ادراک بھی کرایا، شاندار عہدِ رفتہ یاد دلایا اور زنجیرِ غلامی کو کاٹنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

"بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی

ڈاکٹر اسرار احمد، علامہ اور ہم، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۹۵، صفحہ ۳۰۔۳۱

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟"

"فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو کبھی معاف"

بانگ درا، ایک تعارف:

بانگ درا علامہ محمد اقبال کی شاعری پر مشتمل پہلا مجموعہ کلام ہے جس کی اشاعت 1924ء میں ہوئی۔ اس کتاب کو ڈاکٹر اقبال نے تقریباً 20 سال کے عرصے کے دوران تحریر کیا۔ زمانے کے اعتبار سے اس مجموعے کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۰۵ء تک تحریر کی گئی شاعری:

اس دور میں علامہ نے بچوں کے لیے سبق آموز اور دلچسپ نظمیں تحریر کیں۔ اس دور میں آپ کا دل حب الوطنی سے سرشار تھا، اس حصے میں آپ نے مشہور ترانہ ہندی بھی تحریر کیا جو آج بھی ہندوستان میں بے حد مقبول ہے۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء کے درمیان تحریر کی گئی شاعری:

اس دور میں آپ بحیثیت طالب علم انگلستان میں رہائش پزیر تھے۔ اس دور میں آپ مغرب کی حکمت اور علمیت سے تو متاثر تھے تاہم وہاں کی مادہ پرستی اور لادینیت کا ادراک ہوتے ہی اسلامی تہذیب اور اقدار کے قریب ہوئے۔ اور بیداریٔ مسلم کی کوششوں کا آغاز کیا۔

۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۳ء کے درمیان کی گئی شاعری:

اس دور میں علامہ اقبال نے مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ کی یاد دلائی ہے اور تمام تر اختلافات سے بالاتر ہو کر ان سے یک جہتی و بھائی چارے کا مطالبہ کیا ہے۔ مشہور نظمیں شکوہ، جواب شکوہ، خضر راہ اور طلوع اسلام اسی دور میں تحریر کیں جن کی وجہ سے انھیں تاریخ اسلامی کا بہترین شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔[4]

---

[4]Syed Abdul Wahid, Iqbal Ka Ta'aruf, Pakistan Publications Karachi 1955

اقبال نے آج کے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ اسلام کی تعلیم میں ایمان باللہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے۔ یہ اسلامی اعتقادات اور احکامات کا مرکز اور قوت کا منبع ہے۔ اسلام کے تمام قوانین اسی ایک بنیاد پر قائم ہیں اور سب کو اسی ایک مرکز سے قوت پہنچتی ہے۔[5]

اسلامی تاریخی کردار و واقعات:

اقبال کی شاعری میں جابجا اسلامی تاریخی کردار و واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ واقعات ایمان کی پختگی، یقین کی فراوانی اور مقصد سے لگن کو مہمیز کر دیتے ہیں۔ ازل سے حق و باطل کے درمیان کشمکش اور معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے۔ اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب قوتِ ایمانی کی مدد سے مجاہدین کے مختصر سے لشکر نے کفار کے لشکرِ جرار کو شکست سے ہمکنار کیا۔ ایسے عظیم اسلامی کردار مسلم دنیا کا اثاثہ ہیں جنہوں نے رضائے الٰہی کے حصول اور عشقِ رسول کے جذبے سے سرشار ہو کر بے خطر اپنی جان کو اللہ کے حضور پیش کر دیا۔ علامہ اقبال کی شہرہ آفاق کتاب بانگِ درا میں بھی چند ایسے کردار و واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ:

"صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

سید عبد الواحد، اقبال کا تعارف، پاکستان پبلیکیشنز کراچی ۱۹۵۵

[5]Ilyas, N. S., Bhatti, I. ., & Ahmed, S. (2021). URDU-6 An Analytical Study on the Muslim Youth in the Poetry of Allama Muhammad Iqbal in the Light of Quran and Hadith. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(2), 74-87. https://doi.org/10.53575/Urdu6.v5.02(21).74-87

الیاس نجم السحر، بھٹی عنایت حسین۔۔ اور احمد صہیب، کلام اقبال میں بیان کردہ مسلم نوجوان کی خصوصیات اور قرآن کریم اور احادیث میں بیان کردہ مومن کے اوصاف سے ان کا تجزیہ، الاعجاز ریسرچ جرنل آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ہیومینٹیز، 5(2)، 74-202187 https://doi.org/10.53575/Urdu6.v5.02(21).74-87

ایک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب
آکر ہوا امیر عساکر سے ہمکلام
اے بوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا میرے صبر و سکوں کا جام"[6]

15 ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں کے مابین ہونے والے معرکے میں صرف ۴۰ ہزار مسلمان مجاہدین کے لشکر نے عساکرِ روم کی ۶ لاکھ سے زیادہ کی تعداد کو شکستِ فاش سے ہمکنار کیا تھا۔ اس میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی، دشمن کے ایک لاکھ 5 ہزار فوجی مارے گئے اور 4 ہزار مسلمان شہید ہوئے۔[7] اور ابو عبیدہ بن جراح نے فاتحِ شام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی تھی۔ اقبال کی شاعری کے ذریعے دورِ حاضر کے مسلمانوں کے ذہنوں میں ایک بار پھر تازہ ہو جاتی ہے۔

ایک عاشقِ رسول کی بے تابی اشعار کی صورت میں قاری کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جو دست بستہ امیر لشکر سے درخواست کرتا ہے کہ اے ابو عبیدہ میرا دشمن سے تیغ آزمائی کے لئے بے چین و بے قرار ہوں لہذا مجھے جنگ کی اجازت دی جائے۔

"بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسول میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام"

اس نوجوان کے جذبات شوقِ شہادت سے لبریز ہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں شہادت کے رتبے پر فائز ہو کر آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا خواہشمند ہوں۔

---

[6] Allama Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal, Khazina-e-Ilm o Adab Urdu Bazar Lahore 2006 Page 298

علامہ اقبال، کلیات اقبال، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور ۲۰۰۶ صفحہ ۲۹۸

[7] Asad alghabah Volume 1/60, Fatuh alshaam Volume 1/150,201,217

اسد الغابہ جلد ۱/60

"یہ ذوق و شوق دیکھ کر پرنم ہوئی وہ آنکھ

جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغ بے نیام"

لشکرِ اسلام کے امیر جن کی نگاہ میں تلوار کی سی کاٹ ہے، یہ جذبۂ شوقِ شہادت دیکھ کر ان کی آنکھیں نمناک ہو گئیں، فرمایا کہ تیرا عشق رسول کا جذبہ بہت بلند ہے۔ اور پروردگار تیری اس آرزو کو پورا کرے۔ ہم سب پر اس محبت کا احترام واجب ہے، اور جب تُو اپنی مراد (منزلِ شہادت) پالے تو میری جانب سے حضورِ پاک کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا۔

"ہم پر کرم کیا خدائے غیور نے

پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور ﷺ نے"

علامہ اقبال نے اس نظم کے ذریعے مسلم نوجوانوں کے اندر شوقِ شہادت کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کی ہے۔

اسلام میں شہید کا مقام بہت بلند ہے اور قرآن مجید کے مطابق شہید کبھی نہیں مرتے بلکہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ ان کو رزق بھی دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ"[8]

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں، بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں، لیکن تم (ان) حواس سے (اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

---

[8] Holy Quran 2:154

القرآن ۲:۱۵۴

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔"[9]

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کر، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں، ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے".

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی جنت میں داخل ہوتا ہے وہ پسند نہیں کرتا کہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور اسے دنیا کی ہر چیز دے دی جائے، مگر شہید (اس کا معاملہ یہ ہے) کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ واپس لوٹ جائے اور دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ (راہِ خدا میں بار بار شہید کیا جائے)"[10]

شہادت ایک ایسا عظیم مرتبہ ہے جو صرف مومن ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت کو ایک اعزاز قرار دیا ہے ۔ قرآن پاک میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے کہ شہید کبھی نہیں مرتا، بلکہ وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرتا ہے، اسے اپنے رب کے پاس سے رزق بھی دیا جاتا ہے، اور وہ جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھاتا ہے اور عذابِ جہنم سے دور رہتا ہے۔

اس نظم کے ذریعے اقبال نے نوجوانانِ مسلم کو اس واقعے کے ذریعے اسلام کا فلسفہ شہادت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

فاطمہ بنتِ عبداللہ کو خراجِ عقیدت:

---

[9] Holy Quran 3:169

القرآن ۳:۱۶۹

[10] Sahih Bukhari :2817

صحیح بخاری:۲۸۱۷

کلامِ اقبال میں اسلامی تاریخی کردار و واقعات کا تذکرہ، بانگِ درا کی خصوصی حوالے کے ساتھ

علامہ اقبال جس دور میں پروان چڑھے وہ مسلمانوں کے لئے بھرپور آزمائش کا دور تھا۔ مسلمان جذبہ آزادی اور جذبہ شوقِ شہادت سے ناآشنا ہو چکے تھے، ان حالات میں ضروری تھا کہ ان کے اندر جذبہ حریت کو بیدار کیا جائے۔ علامہ اقبال نے اپنی نظموں اور اشعار کے ذریعے اس کام کا ذمہ اٹھایا۔ اس نظم میں انہوں نے ایک تاریخی واقعے کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے اندر جذبہ حریت بیدار کرنے کی کاوش کی۔

"فاطمہ تو آبروئے امّتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی تیری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سَقائی تیری قسمت میں تھی"[11]

جنگِ طرابلس لیبیا کے مسلمانوں اور اٹلی کے درمیان لڑی گئی تھی۔ لیبیا نے یہ جنگ اٹلی کی غلامی سے آزادی کے لئے لڑی۔ اس جنگ میں بہادری اور شجاعت کی لازوال داستان رقم کرنے والی ایک ۱۴ سالہ لڑکی فاطمہ کو اقبال نے اس نظم کے ذریعے خراجِ تحسین پیش کیا جو زخمی مجاہدین کو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے شہید ہوئی۔ دنیائے اسلام کے لئے یہ معرکہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ شمالی افریقہ کے علاقے طرابلس اور سیرے نائیک اس وقت تک یورپی تسلط سے آزاد تھے اور سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ سایہ تھے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۱۱ میں اٹلی نے ان علاقوں پر قبضہ کر کے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا تو طرابلس کے مسلمانوں نے ترک فوجوں کے ہمراہ اُن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے تمام قبائل اپنے خاندان کے ہمراہ اس جنگ میں عورتوں اور بچوں سمیت شریک ہوئے اور شجاعت کی لازوال داستان رقم کی۔

"یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی"

---

[11] Allama Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal,Bang-e-Dara, Khazina-e-Ilm o Adab Urdu Bazar Lahore 2006 Page 261

علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور ۲۰۰۶، صفحہ ۲۶۱

جنگ کے تقریباً ایک برس بعد مولانا عبد الکلام آزاد کے زیرِ ادارت شائع ہونے والے مجلے الہلال میں اس جنگ کے واقعات تفصیلاً تحریر کئے گئے۔

فاطمہ بنتِ عبد اللہ کے والد شیخ عبد اللہ کا قبیلہ اس جنگ میں سب سے زیادہ فعال اور متحرک تھا۔ فاطمہ اپنے والد کی اکلوتی اولاد تھیں جنہوں نے اس کم سنی میں ہی اِس معرکے میں فریضۂ سقائی ادا کیا۔ ایک بادِ رفتار ہرنی کی مانند وہ ہر زخمی کو پانی پلانے اُڑتی ہوئی پہنچ جاتی تھیں۔ بارود، دھوئیں اور گولہ باری کے درمیان جبکہ اُن کو جان بچانے کے مشورے بھی دیئے گئے مگر ان کا جواب یہی تھا کہ کتنے ہی فرزندانِ ملت یہاں پیاسے جان دے رہے ہیں۔ آخر کار ایک زخمی ترک سپاہی کو پانی پلانے کی کوشش میں ایک اطالوی فوجی نے فاطمہ کو دیکھ لیا۔ فاطمہ نے زخمی ترک سپاہی کی تلوار سے اس ملعون پر وار کیا جس سے اُس کا دائیں ہاتھ کا پنجہ کٹ گیا، اُس نے بائیں ہاتھ سے بندوق اٹھا کر فاطمہ کو گولیاں دے ماریں۔ اس طرح فاطمہ نے اپنی جان اللہ کے حضور پیش کر دی۔

"اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں"

علامہ اقبال اس نظم میں اس بچی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو امتِ مسلم کے لیے باعثِ فخر ہے، کیونکہ تو نے شہادت کو گلے لگا کر مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ علامہ مزید لکھتے ہیں کہ فاطمہ جیسی بچیوں کی جراءت و بہادری ہمارے نوجوانانِ ملت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس بچی نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر اپنی قوم کو آزادی کا ایک پیغام دیا ہے، وطن کے نوجوانوں کو ایک نیا راستہ دکھایا ہے کہ اگر حفاظتِ وطن کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ تمہاری شہادت نے نوجوانانِ مسلم کے دل میں بھی جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت پیدا کر دیا ہے۔ اُن کے اندر حصولِ آزادی کے جو جذبات دم توڑ رہے تھے وہ پھر سے بیدار ہو گئے ہیں۔

نظم "صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ" (صدیقِ اکبر کی شان میں):

صدیقِ اکبر کی جاں نثاری اور عشقِ رسول کا ہر ذی شعور مسلمان معترف اور معتقد ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اوّلین مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ، یارِ غار ہونے، غزوہءبدر و احد کے ساتھی اور عشرہ مبشرہ ہونے کا غیر فانی شرف حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث بھی ان کی شان میں چار چاند لگا دیتی ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"رفاقت اور اللہ تعالی کی راہ میں دولت صرف کرنے کے سلسلے میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابو بکر کا ہے۔[12]"

علامہ اقبال حضرت صدیقِ اکبر کے مقام و مرتبے کا نہ صرف خود ادراک رکھتے تھے بلکہ اُمتِ مسلمہ کو بھی اس سے آشنا کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ صدیقِ اکبر کے کردار سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ اُن کے رنگ میں رنگ جائیں اور عشقِ محمدی کا جو جذبی صدیقِ اکبر کو نصیب ہے وہ مسلم معاشرے کو بھی عطا ہو جائے۔

بانگِ درا کی نظم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگِ تبوک کا ایک واقعہ اقبال نے اپنے اسلوب میں بیان فرمایا ہے جہاں صحابہ کرام جنگ میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے کے لئے مال لائے ہیں۔

"اِک دن رسولِ پاک ﷺ نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مال دار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمر اُٹھے
اُس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار"[13]

---

[12]Sahih Bukhari, Kitab Fazail-e-Ashaab un Nabi SAW , Hadith 3654
صحیح بخاری، کتاب فضائلِ اصحاب النبی ﷺ، حدیث ۳۶۵۴

[13] Allama Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal, Khazina-e-Ilm o Adab Urdu Bazar Lahore 2006 Page 273
علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور ۲۰۰۶، صفحہ ۲۷۳

یہاں اقبال نے صحابہ کرام کے جذبہ مسابقت کو نہایت خوبصورتی سے تحریر کیا ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ خیال کرتے ہیں کہ آج میں نیکی اور ایثار میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا اور اپنا نصف مال جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نذر کر دیتے ہیں۔

"کی عرض نصف مال ہے فرزند وزن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار"

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں تو ہمراہ سب مال لے آتے ہیں۔ حضورِ پاک صلی اللہ وسلم فرماتے ہیں کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ اس کا جواب صدیقِ اکبر نے کیا ہی عمدہ دیا ہے۔[14]

"پروانے کو چراغ ہے، بُلبُل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس"

شجرِ اسلام کی آبیاری میں صدیقیت نے جو کردار نبھایا ہے وہ اس شاعری کے ذریعے مجسم تصویر بن کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ان کی جاں نثاری اور عشقِ رسول پاک صلی اللہ وسلم کے پر تو کھل جاتے ہیں، اور زندگی کے میدانِ عمل میں کامیابی کے لئے مشعلِ راہ مل جاتی ہے۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند مرتبت اقبال کی نظر میں:

"چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی

---

[14]Ismā'īl ibn 'Umar ibn Kathīr,Tafseer Ibn-e-Kathir, Dar-ul-Undalas Publishers, Volume 3 Page 430-431

اسماعیل ابن عمر ابنِ کثیر، دار الاندلس پبلشرز، جلد ۳ صفحہ ۴۳۱۔۴۳۰

Abu al-Aala Ibn-e-Maudodi,Tafheem-ul-Quran, Volume 2 Preface Surah Tauba, Page 170

ابو الاعلی ابنِ مودودی، تفہیم القرآن، جلد ۲، تفسیر سورہ توبہ، صفحہ ۱۷۰

تري غلامي کے صدقے ہزار آزادي"[15]

نظم بلال میں اقبال نے موذنِ اسلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حیات کا نقشہ کھینچا ہے، جن کی ذاتِ گرامی سے اِس نظم کو دوام حاصل ہوا۔ بلال نام ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام رباح، والدہ کا نام حمامہ۔ حبشی الاصل غلام تھے۔ اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے اور غلام ہونے کے باعث انتہائی ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ راہِ حق سے ہٹانے کے لئے اذیتیں دی جاتیں مگر زبان پر احد احد کا نغمہ جاری رہتا۔ آخر کار ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے بھاری معاوضے کے عوض آزاد کروایا۔[16] اذان کا طریقہ جاری ہونے کے بعد اذان دینے پر مامور ہوئے۔ اِس طرح پہلے موذنِ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ۲۰ھ میں وفات پائی۔

اس نظم میں علامہ محمد اقبال صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تیری خوش نصیبی تھی کہ تو حضور کی خدمت کے لیے حبشہ سے حجاز میں آ گیا تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ حضرت بلال سیاہ فام ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر خوش الحان تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں بحیثیت موذن معمور کر دیا. اقبال کہتے ہیں کہ اے بلال تو حضور کی غلامی میں آنے کے بعد اس سعادت کا اہل ہوا کہ ایسی غلامی پر ہزار آزادیاں بھی قربان کی جاسکتی ہیں. تجھ پر لاکھ ظلم و ستم ہوئے مگر تو راہِ حق سے نہ ہٹا اس لیے تجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

"تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا
اویس طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا

---

[15] Allama Iqbal, Kuliyat-e-Iqbal, Khazina-e-Ilm o Adab Urdu Bazar Lahore 2006 Page 291
علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور ۲۰۰۶، صفحہ ۲۹۱

[16] Asad Alghabah Volume 1/237
اسد الغابہ جلد ۱/237

تیرے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا"

آپ رضی اللہ عنہ کو رحمت اللعالمین کی زیارت کا اُسی قدر شوق تھا جس قدر حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ کو ربِ ذوالجلال کا جلوہ دیکھنے کا جبکہ اویس قرنی کی حالت یہ تھی کہ کہ انہیں طاقت نصیب نہ تھی کہ آنحضور ﷺ کو دیکھ پاتے۔ حضور ﷺ کا حکم اُن کو یہ تھا کہ اپنی ماں کی خدمت کے لئے اُن کے پاس موجود رہو۔ یہی وجہ ہے کہ سعادت دیدارِ پاک نہ حاصل ہو پائی۔

"خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا

خوشا وہ دور کہ دیدارِ عام تھا اس کا"

حضرت بلال کے رتبے کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کو یا سیدی بلال کہہ کر مخاطب کرتے۔[17] اس نظم کے آخری شعر میں اقبال نے رشک کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا ہی اچھا وقت تھا جب مدینے میں وہ پاک ذات رہتی تھی اور ہر ایک کو اس کا دیدار نصیب تھا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں

"اقبال کس عشق کا یہ فیض عام ہے؟

رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے!"

یہاں اقبال نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول کے جذبہ کی مدح سرائی کی ہے جس کے باعث حضرت بلال کو ابد تک کے لیے بلند مقام حاصل ہوا۔

اقبال خود بھی عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھے اور اسی ناطے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جذبۂ عشق رسول ﷺ کی مدح سرائی کرتے اور اس پر رشک کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کلام نے نہ صرف اس نظم کو دوام بخشا بلکہ یہ کتاب بانگِ درا اور وہ خود بھی زندہ و جاوید ہو گئے۔

---

[17] Sahih Al-Bukhari , Manaqib Bilal RZ Volume 2/531

صحیح البخاری، مناقب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلد ۲/531

علامہ اقبال یہی جذبہ اور حمیت مسلم نوجوانوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بانگِ درا کی نظم شکوہ جوابِ شکوہ میں فرماتے ہیں:

"رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی"

***شکوہ، جوابِ شکوہ[18] نظم کا مختصر تعارف:**

یہ نظم ہے اقبال نے اپریل 1911ء کو جلسہ انجمن حمایت اسلام میں پڑھی۔۔ اقبال نے اس نظم کو تحت اللفظ پڑھا۔ مگر انداز اس قدر اثر انگیز تھا کہ مجمع سے خوب داد و تحسین وصول کی۔ اس نظم کے قلمی نسخے کو جو اقبال کے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ تھا، اس کو نواب ذوالفقار علی خان نے ایک سو روپے کی رقم ادا کر کے اصل کاپی انجمنِ پنجاب کو دے دی۔

"اے خدا! شکوہء اربابِ وفا بھی سن لے
خُوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے"

"صفحہء دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چُھڑایا ہم نے
ترے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
ترے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے"

---

[18] Kuliyat-e-Iqbal, Bang-e-Dara, Page 203 and 242

کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، صفحہ ۲۰۳ اور ۲۴۲

"پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں، تُو بھی تو دلدار نہیں"[19]!

یہ نظم کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ تاہم بعض حضرات نے اقبال سے بد ظن ہو کر ان کے نظریے سے اختلاف کیا۔ ان کے نزدیک "شکوہ" کا انداز گستاخانہ تھا۔ اس کی تلافی کی ذمہ داری اقبال ہی پر تھی اور ویسے بھی شکوہ ایک سوال تھا اور اس کا جواب اقبال ہی کا منتظر تھا۔ لہٰذا ڈیڑھ دو سال کے عرصے میں اقبال کی نظم "جواب شکوہ" منظرِ عام پر آئی۔ یہ 1913ء کے جلسے میں پڑھی گئی۔ جو بیرونی موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اقبال کی اس نظم نے شکوہ سے بڑھ کر شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ اس نظم کا ایک ایک شعر اس جلسے میں نیلام کیا گیا اور اس سے حاصل ہونے والی رقم بلقان فنڈ میں دی گئی۔

"منفعت ایک ہے اِس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک"
"حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قُرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مُسلمان بھی ایک؟[20]

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد (ص) کا تمہیں پاس نہیں

---

[19] Kuliyat-e-Iqbal, Bang-e-Dara, Page 207

کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، صفحہ ۲۰۷

[20] Kuliyat-e-Iqbal, Bang-e-Dara, Page 246

کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، صفحہ ۲۴۶

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو! یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟[21]

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر"

نظم شکوہ، جوابِ شکوہ ڈاکٹر اقبال کے دل کی آواز ہے یہی وجہ ہے کہ سننے اور پڑھنے والے کے دل پر اثر کرتی ہے اور روح میں اُتر جاتی ہے۔۔ اس نظم میں اقبال نے مسلمانوں کے عظیم ماضی اور اسلاف کے کارناموں کا حوالہ دے اُن کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور مسلمان قوم کو عمل کی اہمیت اور بے عملی کے سنگین نتائج سے خبر دار کیا۔ اس نظم سے غیرت مند مسلمان کانپ اُٹھے اور مسلمانوں کے زوال کے اسباب جاننے کے لئے سوچنا شروع کیا کہ آخر کیا وجہ ہوئی کہ وہ مسلمان جن کی ضرب شمشیر اور نعرہ حق سے بڑے بڑے سلاطین کے دل لرز جاتے تھے کیوں اس ذلت و پستی کا شکار ہوئے؟۔ یہ نظم در حقیقت مسلمانوں کی کم ہمتی، بے عملی، مذہب سے بیزاری پر طنز ہے۔ یہ نظم بانگِ درا میں اشاعت سے قبل کئی رسالوں میں بھی شائع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ کئی زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔

شکوہ میں اقبال نے انسان کا شکوہ رب کی بارگاہ میں پیش کرنے کی جسارت کی تھی، اس نسبت و ناز سے جو امت محمدی کی حیثیت سے اور رسول پاک سے عقیدیت کی بناء پر پیدا ہوتی ہے۔ جواب شکوہ در حقیقت شکوہ کا جواب ہے۔ شکوہ میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا بیان ہے اور پھر اللہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تھی، یہاں مایوسی کی ایک کیفیت تھی

---

[21] Kuliyat-e-Iqbal, Bang-e-Dara, Page 248

کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، صفحہ ۲۴۸

۔"جواب شکوہ" اس کیفیت کی توجیہ ہے اور شکوہ میں اٹھائے گئے سوالات کے جواب دیے گئے ہیں۔ جواب شکوہ میں اسلامی تاریخی واقعات اور جنگ بلقان کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

اقبال نے اس نظم کے ذریعے مسلم اُمت کو یہ پیغام دیا کہ انھیں شکستہ دل نہیں ہونا چاہیے قوموں کی تاریخ میں نشیب و فراز تو آتے رہتے ہیں۔ اسلام کو کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا کیوں کہ اس کے پس منظر میں سینکڑوں برس کی جدوجہد اور طاقتور عوامل کار فرما ہیں۔

حرفِ آخر:

کلامِ اقبال کا احاطہ کرنا محض ایک نشست یا چند صفحات میں سمیٹنا ناممکن ہے۔ علامہ اقبال کے کلام کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اُس کے ان گنت پہلوؤں پر گزشتہ کئی دہائیوں سے تواتر سے لکھا اور بولا جا رہا ہے لیکن ان سب کے باوصف اس کلام کی نئی نئی جہتیں ہمارے سامنے عیاں ہوتی نظر آتی ہیں جو نہ صرف اقبال کو عظیم شاعر اور فکری دانشور کے طور پر آفاقی منصب عطا کرتی ہیں بلکہ ان کے فلسفے اور نظریات کی ہمہ گیر ہت اور مقبولیت کو چار چاند لگاتی ہیں۔ تاریخ میں ایسے صاحبِ بصیرت اور تاریخ پر گہری نظر رکھنے والی شاعری شاذ ہی کسی شاعر کے احاطہ تحریر میں قلمبند ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری نے مسلمانوں کو جھنجھوڑنے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا کام کیا۔ اقبال کے فلسفہ خودی اور فلسفہ مومن نے مسلمانوں کے جذبہ حمیت کو ابھارا اور ان کی شاعری میں دہرائے گئے اسلامی واقعات نے اسلاف کے کارناموں سے پردہ اٹھا کر مسلم نشاۃِ ثانیہ کی ترغیب دی۔

"آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا"[22]

---

[22] Kuliyat-e-Iqbal, Bang-e-Dara, Page 250

کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، صفحہ ۲۵۰